Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 29, Sr. No.73, 2008, pp 23 - 40

تحقیق
مجلہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۲۹، عدد ۱-۴، شمارہ ۷۳، ۲۰۰۸ء

خلافت عثمانیہ میں مختلف النوع عدالتیں اور ان کے حدود کار کا جائزہ

ڈاکٹر محمد اسلم خان☆

Abstract

There are no two opinions about the importance of independent judiciary for the welfare and prosperity of a nation and peace in a society. In Islam, maintaining peace and justice has been declared mandatory for the rulers without which they do not qualify for governance. When the great Usman Khan founded the Ottoman Empire in 1299 A.D, he and his successors gave special attention to the dispensation of justice for their people. They established various types of courts and tribunals in their territory. The judicial system introduced and adopted by the Ottomans has no parallel in judicial history of mankind.

خلافت عثمانیہ کا تعارف

عثمانی خاندان کا تعلق ترک قبیلہ ترکان غز سے تھا۔ اسی قبیلہ کا ایک خاندان خراسان سے آکر آرمینیا میں آباد ہوا، اس خاندان کے سردار کا نام سلیمان خان تھا۔ ۶۲۱ھ میں جب چنگیز خان

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

نے سلجوقیوں کے پایہ تخت قونیہ پر حملہ کرنے کے لئے فوج روانہ کی تو اس وقت قونیہ میں علاء الدین کیقباد سلجوقی حکمران تھا۔ سلیمان خان کو جب علاء الدین کیقباد سلجوقی پر تاتاریوں کے حملے کی خبر ملی تو اس نے علاء الدین کیقباد سلجوقی کو مدد پہنچانے کی خاطر اپنے قبیلہ کے چار سو چوالیس افراد کا ایک دستہ اپنے بیٹے ارطغرل کو دے کر روانہ کیا۔(۱)

حسن اتفاق سے انگورہ کے قریب کیقباد سلجوقی اور تاتاریوں کی فوجیں آپس میں لڑ رہی تھیں کہ ارطغرل نے تاتاریوں پر اچانک حملہ کرکے ان کو شکست دی، ارطغرل کے اس کارنامہ کے صلہ میں سلجوقی نے اسے سغوت کا زرخیز علاقہ جاگیر میں دے دیا۔(۲) اس کے بعد ارطغرل نے رومیوں کی ایک فوج کو شکست دے کر اپنی جاگیر رومی علاقہ تک وسیع کی۔ ۶۳۴ھ میں شاہ قونیہ کیقباد سلجوقی کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا غیاث الدین کیخسرو سلجوقی تخت نشین ہوا۔ ۶۵۷ھ میں ارطغرل کا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عثمان خان رکھا گیا۔ یہی وہ عثمان خان ہے جس کے نام سے ترکوں کے بادشاہوں کو سلاطین عثمانیہ یا Ottoman Empirors کہا گیا۔ ۶۸۷ھ میں ارطغرل نے وفات پائی اور شاہ قونیہ نے ارطغرل کا علاقہ عثمان خان کے نام لکھ کر سند حکومت بھیج دی۔ عثمان خان کی حسن کارکردگی سے متاثر ہو کر غیاث الدین کیخسرو سلجوقی شاہ قونیہ نے نہ صرف عثمان خان کو اپنی فوج کا سپہ سالار بنایا بلکہ اپنی بیٹی کی شادی بھی اس سے کر دی۔ جب ۶۹۹ھ میں غیاث الدین کیخسرو تاتاریوں کی لڑائی میں مارا گیا تو عثمان خان تخت قونیہ پر مسند نشین ہوا۔ اب عثمان خان نے ۱۲۹۹ء میں ایک خودمختار حکومت کی بنیاد رکھی دی جو اس کے نام سے عثمانی سلطنت کہلاتی ہے۔(۳) جس کا ذکر انسائیکلوپیڈیا یا امریکانا میں یوں درج ہے:

> On the death of Seljuk leader, Osman declared himself independent and took the title of Amir, from this event which probably occured in 1299, the founding of the empire usually is dated.(4)

اس خاندان کے اٹھائیس سلاطین نے ۱۲۹۹ء سے ۱۹۲۴ء تک ۶۲۵ سال حکومت کی،

جن میں شجاعت ، سخاوت، نظم مملکت اور عدل و انصاف کے لحاظ سے عثمان خان، اور خان سلیمان القانونی، سلیم خان، محمد فاتح اور بایزید یلدرم خاص طور پر مشہور ہیں۔ اس دوران انہوں نے ملک کے طول وعرض میں قیام عدل و انصاف کی خاطر ہر جگہ مختلف النوع عدالتیں قائم کیں جن کی نظیر تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔(۵)

خلافت عثمانیہ میں مختلف النوع عدالتیں اور ان کے حدود کار کا جائزہ

تاریخی تناظر میں جب ہم سلطنت عثمانیہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کے باشندوں میں مختلف مذاہب اور عقائد کے پیروکار تھے۔ حجاز، یمن اور نجد وغیرہ کے سوا کوئی شہر ایسا نہ تھا جس میں مسلمانوں کے ساتھ بے شمار عیسائی اور ایک حد تک یہودی آباد نہ تھے۔ یہ عیسائی اور یہودی اکثر تو اسی سلطنت کی رعایا تھے اور بعض دوسری حکومتوں کے تابع ، پھر عیسائیوں میں مختلف عقائد کے کئی فرقے مثلاً رومن کیتھولک (Roman Catholic) پراٹسٹینٹ (Protestant) اور گریک چرچ (Greek Church) پائے جاتے تھے اور یہ نظریاتی و دینی اختلاف نہ صرف عیسائیوں اور یہودیوں تک محدود تھا، بلکہ مسلمانوں میں بھی مذاہب اربعہ (حنفی، حنبلی، شافعی اور مالکی) کے سوا دیگر کئی مسالک کے متبع موجود بھی تھے۔تجارت جسے معاشی اعتبار سے کلیدی حیثیت حاصل ہے،ترکی میں عروج پر تھی اور زیادہ تر عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاتھ میں تھی۔ ایسی مختلف قسم کی رعایا کا انتظام و انصرام مشکل ضرور تھا،مگر خلافت عثمانیہ نے نہایت دور اندیشی سے ایسے قوانین وضع کئے تھے جن کی بناء پر ہر شخص کو مذہبی آزادی اور تجارتی امور میں ہر قسم کی سہولت حاصل تھی۔ اس لئے مسلمان، عیسائی اور یہودی سب آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان کے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے خصومات و نزاعات کو چکانے کے لئے جس قدر عدالتیں مقرر تھیں، مجموعی لحاظ سے ان کی مندرجہ ذیل دو قسمیں تھیں: (۱)شرعی عدالتیں (۲) نظامیہ عدالتیں یا دیوانی عدالتیں۔

شرعی عدالتیں

ان عدالتیں کے قاضی مسلمان ہوا کرتے تھے اور یہ صرف مسلمانوں کے لیے مختص تھیں۔ مسلمان تمام نزاعات وخصومات کے تصفیہ میں ان عدالتوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اگر مقدمے کی نوعیت سیدھی سادھی ہوتی تو قاضی اپنی صوابدید پر اس کا فیصلہ دیتا تھا اور اگر اس کی نوعیت پیچیدہ ہوتی تو قاضی مفتی کے فتوی کو پیش نظر رکھتے ہوئے فیصلہ دیتا تھا۔ قاضی کی طرف سے فیصلہ کی ہر دو صورتوں میں اگر کوئی فریق مقدمہ فیصلہ سے مطمئن نہ ہوتا تو وہ شیخ الاسلام جس کی حیثیت چیف جسٹس (Chief Justice) کی ہوتی تھی، کے ہاں اپیل دائر کرنے کا حق رکھتا تھا۔

سلطنت عثمانیہ کے ہر شہر میں ایک قاضی اور اکثر بڑے شہروں میں اس کے ساتھ ایک مفتی ہوا کرتا تھا۔ قاضی کے ماتحت مقدمات اور عدالتی کارروائی تحریر کرنے کے لئے کاتب جنہیں محرر کہا جاتا تھا، بھی مقرر ہوتے تھے۔ منصب قاضی کی اہلیت کے لئے مکتب نواب کا سر ٹیفکیٹ حاصل کرنا ضروری تھا۔ مکتب نواب سے مراد ایک مختص ادارہ تھا، جو منصب قضاء کے خواہش مند حضرات کو تربیت دینے کے لئے قائم کیا گیا تھا، جس کی نگرانی شیخ الاسلام خود کرتا تھا۔ جبکہ مفتی کے لئے اس سند کا حصول لازمی نہ تھا۔ مفتی کا انتخاب ہر شہر کے باشندے خود کرتے تھے۔ مفتیوں اور قاضیوں کے فرائض سے متعلق حکومت کی طرف سے ایک مجموعہ قوانین جو المجلہ یا مجلۃ الاحکام العدلیہ سے موسوم ہے، مرتب تھی۔(۶)

(الف) عدالتیں قاضی لکی (Kadi-Likee)

قاضی لکی اس قاضی کو کہا جاتا تھا۔ جو لواء یا قضا (جسے ترکی زبان میں ضلع یا انتظامی حلقہ کہتے ہیں) کے صدر مقام پر قائم شدہ عدالت میں اپنے فرائض سر انجام دیتا تھا۔ اس عدالت کے قاضیوں کی نامزدگی شیخ الاسلام (مفتی اعظم) کی سفارش پر کی جاتی تھی۔ اس عدالت کے اجلاس پر فریقین مقدمہ یعنی مدعی اور مدعا علیہ مفتی کے فتوے کی بنا پر مقدمہ کی

پیروی اور شہادت پیش کرتے تھے۔ مقدمہ کی کارروائی کے درمیان ایاق نائب جس کی حیثیت محرر کی ہوتی تھی۔ فریقین مقدمہ کی بحث کا خلاصہ تحریر کرکے پیش کرتا تھا اور قاضی پورے طور پر نہ صرف اس کی چھان بین کرتا، بلکہ اس پر کافی غور وخوض کرکے فیصلہ صادر کرتا تھا۔(۷) اس عدالت کی نوعیت دورنبویؐ اور خلفائے راشدینؓ میں عدالت حاکمہ مصر سے ملتی جلتی تھی۔ جو ضلع کے صدر مقام کی سطح پر ہوتی اور شدید سزائیں دینے کی مجاز ہوتی تھیں۔(۸)

(ب) کورٹس آف جسٹس (Courts of Justice)

یہ عدالتیں خلافت عثمانیہ کے تمام ولایتوں (صوبوں) کے مخصوص شہروں میں دیوانی اور فوجداری عدالتوں کے ساتھ قائم کی گئی تھیں۔ ان عدالتوں میں ماتحت عدالتوں کے مرافعوں (اپیلوں) کی سماعت اور ایسے جملہ جرائم کا فیصلہ کیا جاتا تھا، جس میں تعزیری سزائیں دی جاتی تھیں۔ ان کے صدر نائب علماء میں سے ہوتے تھے۔ اس لحاظ سے وہ نہ صرف شریعت کے علاوہ کسی دوسرے قانون کو تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ قانون دیوانی کے بھی مخالف ہوتے تھے۔ ان عدالتوں کے اراکین کی تعداد میں وقتاً فوقتاً کمی زیادتی رہتی تھی واضح رہے کہ اس عدالت کے اراکین کی تعداد میں کمی وبیشی کے عمل کا آغاز اس وقت سے ہوا، جب ۱۸۶۸ء میں کونسل آف سٹیٹ (Council of State) فرانسیسی طرز پر قائم ہوئی۔(۹)

اس عدالت کی نظیر ہمیں دورنبویؐ اورخلفائے راشدینؓ میں عدالت عالیہ ولایت سے کم وبیش موافق نظر آتی ہے۔ یہ عدالتیں (کورٹس آف جسٹس) صوبوں کے مخصوص شہروں میں قائم کی گئیں تھیں اور عدالت عالیہ ولایت صوبہ کی سب سے آخری عدالت تھی۔(۱۰)

(ج) متعدد سررشتہ جات کی عدالتیں

سلطنت عثمانیہ میں ولایت یا صوبہ سطح پر جتنے محکمے ہوتے تھے، ہر ایک کی علیحدہ عدالت ہوا کرتی تھی۔ جس میں اس محکمہ سے متعلقہ جملہ معاملات کے نزاعات اور مقدمات نمٹائے جاتے تھے۔ ان کے قاضی نائب کہلاتےتھے، جن کی نامزدگی اورمعزولی سلطان خود کرتا

تھا۔ یہ نائبین فرائض کی انجام دہی میں شیخ الاسلام کے ماتحت اور اس کو جوابدہ ہوتے تھے۔ یہ بھی واضح رہے کہ مدحت پاشا جو اپنے دور میں خلافت عثمانیہ میں سنگ میل کی حیثیت کا حامل تھا، نے اپنی وزارت عدل کے دوران ان ہی نائبین کو شیخ الاسلام کی زیر نگرانی اور ماتحتی سے نکال لینے کی کوشش کی تھی لیکن مفتی اعظم کی شدید مخالفت کی بناء پر اسے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔(۱۱)

(د) عدالتیں اپیل عرضی اداسی (Arz-Odaci)

اس عدالت کے دو علیحدہ علیحدہ ایوان ایک رومیلیہ (Romalia) اور دوسرا اناطولیہ(Anatolia) کے لئے تھے۔ ہر ایوان ایک قاضی عسکر صدر اور چودہ ججوں پر مشتمل ہوتا تھا، قاضی عسکر ایوان کا صدر ہوا کرتا تھا۔ ابتداء میں لقب جس کے معنی فوجی منصف کے ہیں، ان حضرات کو دیا گیا تھا، جن کو قدیم زمانے میں جب سلطان کسی مہم کو سر کرنے پر روانہ ہوتا،تو وہ اسے اپنے ساتھ اس غرض سے لے جایا کرتا تھا کہ سپاہیوں کے مابین اگر کوئی نزاع پیدا ہوتو اس کا فیصلہ کر دیا جائے۔آغاز میں یہ ایک عہدہ تھا،لیکن بعد میں دو قاضی العسا کر ایک رومیلیہ اور دوسرا اناطولیہ کا تقرر مستقل طور پر عمل میں لایا گیا۔(۱۲) تاریخی حوالہ سے ان کا یہ مستقل تقرر فتح قسطنطنیہ کے بعد ۸۸۵ھ/۱۴۸۰ء میں سلطان محمد ثانی کے حکم سے قرار پایا۔ اور ان کے دائرہ کار کا تعین ہوا، اس لحاظ سے رومیلہ کا قاضی عسکر مسلمانوں کے ان مقدمات کی سماعت کرتا تھا، جن کے مسائل صدر مقام سے متعلق ہوتے تھے، اور غیر مسلموں کے مقدمات کی سماعت اناطولیہ کے قاضی عسکر کے حوالے کی جاتی تھی۔

رومیلہ کے قاضی عسکر کو اناطولیہ کے قاضی عسکر پر فوقیت حاصل تھی، کیونکہ ان کے دائرہ اختیار میں جائیدادوں، سرکاری قرضوں اور خزانے کے مفادات سے متعلقہ مقدمات کی سماعت بھی داخل تھی۔ ان دونوں قاضی عسکروں کو تین مقدمات ،قسطنطنیہ، بروصہ اور ادرنہ جو عثمانیہ کے صدر مقام تھے، کے سوا ہر جگہ قاضیوں اور مدرسین کے مقرر کرنے کا اختیار حاصل تھا۔

ان تین مذکورہ مقامات میں مختلف عہدوں کے لئے نامزدگی صدر اعظم (وزیراعظم) کے پاس تھی۔(۱۳)

یہ عدالت نہ صرف فوجیوں کے مقدمات کے لئے مختص تھی، بلکہ مفتوحہ علاقوں میں عدالتی فرائض سر انجام دینے کے ساتھ ساتھ ان علاقوں میں مقامی آبادیوں کے خصومات نمٹانے کے لئے نئی عدالتوں کی تشکیل بھی اس کے فرائض میں شامل تھا۔ عدالت کے سربراہ قاضی عکسر کا عہدہ سلطنت عثمانیہ کے نظام قضاء کے اعلیٰ ترین عہدوں میں سے ایک تھا۔ اس عہدے پر جو لوگ تعینات ہوتے تھے۔ ان کا منصب شیخ الاسلام کے بعد سب سے بلند سمجھا جاتا تھا۔ یہ لقب سب سے پہلے ۷۶۳ھ/۱۳۶۲ء میں سلطان مراد نے قرہ خلیل کے لئے وضع کیا تھا۔ سلیمان قانونی سے پہلے شیخ الاسلام کو ان پر کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ سب سے پہلے ان عہدوں پر مصلح الدین العسقلانی، حاجی حسن اور مذکورہ قرہ خلیل مامور ہوئے۔(۱۴)

تاریخ کے حوالے سے قاضی عسکر کی عدالت کی نظیر خلافت عثمانیہ سے قبل ادوار اسلامی میں بھی پائی جاتی ہے، لیکن خلافت عثمانیہ نے اس عدالت کے حدود کار اور قاضیوں کے فرائض و اختیارات میں جو اضافے کئے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔(۱۵)

(ھ) عدالت وقف

یہ وقف املاک سے متعلق شرعی عدالت تھی۔ اس کے قاضی کو مفتش کہا جاتا تھا۔ اس عدالت کے ذمے وقف املاک کی پوری نگہداشت تھی۔ سلطان کے سوا اس عدالت کی منظوری کے بغیر کسی بھی شخص کو یہ اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ وقف املاک کو کسی کی ذاتی ملکیت قرار دے۔ نیز اوقاف کے زیر نگرانی اراضی اور دیگر املاک سے متعلق قابض مالکوں اور حکومت کے مابین طے شدہ معاہدات اور دیگر مالی امور وغیرہ میں بے قاعدگیوں کی وجہ سے اگر نزاعات و خصومات رونما ہوتے تو فریقین ان کے تصفیے کے لئے بھی اسی عدالت کی طرف رجوع کرتے تھے۔ یہ وقف سے متعلقہ عدالتیں پیش آمدہ جملہ مقدمات کو شرعی قوانین کی روشنی میں فیصلہ کرتی تھیں اور

ہر قسم کے بیرونی دباؤ اور اثر و رسوخ سے آزاد تھیں۔ رعایا کی آسانی کی خاطر یہ عدالتیں سلطنت عثمانیہ کے ہر سنجاق (ضلع) اور ولایت (صوبہ) میں قائم تھیں۔ جو مواصلت (Muaccelat) اور ناظرلری (Nazirlari) کے نام سے موسوم تھیں، جبکہ رومیلیہ اور اناطولیہ کے وقف املاک صوبائی قاضیوں کے سپرد تھیں، جنہیں حکمائے بلاد (Hukkame-e-Bilad) کہا جاتا ہے تھا اور جہاں یہ عدالتیں نہیں پائی جاتیں تھیں وہاں وقف املاک وویودز (Voyvodes) اور مستسلمز (Mustesellims) یعنی گورنر اور ڈپٹی لیفٹیننٹ گورنر کے دائرہ اختیار میں داخل تھیں۔ وقف املاک کے علاوہ ان عدالتوں کے فرائض میں مساجد اور دوسرے مذہبی اور خیراتی اداروں کے اوقاف کا انتظام و انصرام بھی داخل تھا۔ ان عدالتوں کے قاضیوں کا شمار درجہ سوم کے قاضیوں میں ہوتا تھا۔(۱۶)

(و) عدالت شیخ الاسلام

خلافت عثمانیہ میں شیخ الاسلام کی عدالت، وزارت عظمیٰ کی عدالت کے ہم پلہ، بلکہ ایک حیثیت سے بڑی اختیارات کی حامل تھی کیونکہ تمام صوبائی حکام وزیراعظم کے سامنے جوابدہ ہوتے تھے، اور وزیر اعظم سلطان کے حضور میں جوابدہ ہوتا تھا۔ مگر شیخ الاسلام کی شخصیت سے بڑے بڑے سلطان گھبراتے تھے۔ عدالتی یا عام معاملاتی امور میں کسی غلط کام کے لئے انہیں آمادہ کرنا قطعی ناممکن تھا۔(۱۷) شیخ الاسلام نہ صرف خلافت عثمانیہ کے قاضی القضاۃ ہوتے تھے بلکہ شرعی اور تعلیمی امور کے نگران اور محافظ بھی ہوتے تھے۔ یہی قاضیوں کا تقرر کرتے اور انہیں معزول کرتے تھے۔(۱۸)

شیخ الاسلام کی عدالت استنبول میں واقع تھی۔ ان کے ماتحت مجلس تدقیقات شرعیہ یعنی محاکم شرعیہ کے لئے ایک عدالت تنقیح بھی تھی۔ شیخ الاسلام کے سیکرٹریٹ (Secreteriate) جسے شیخ الاسلام قپیسی کہتے تھے، میں قاضی عسکر، قسام اور قاضی استنبول کی اعلیٰ شرعی عدالتیں بھی تھیں۔ ان اعلیٰ عدالتوں کے فیصل شدہ مقدمات پر اپیل کی ساعت

شیخ الاسلام کی عدالت میں ہوتی تھی۔(۱۹)

شیخ الاسلام (قاضی القضاۃ) حکومت کے عہدیداروں کے تیسرے گروہ، جماعت علماء کا سربراہ ہوتا تھا، جس کے فرائض میں سب سے اہم یہ فتویٰ دینا بھی شامل تھا کہ حکومت کا کوئی فعل قرآنی احکام وقوانین کے مطابق ہے یا نہیں نیز حرب، معاہدات و عام معاملات کے بارے میں شیخ الاسلام سے مشورہ لینا لازمی تھا۔(۲۰)

نظامیہ عدالتیں یا دیوانی عدالتیں

یہ عدالتیں سلطنت عثمانیہ کی کی رعایا اور دیگر ممالک کے لوگوں کے لئے مقرر تھیں۔ ان عدالت کے قوانین یورپ کے قوانین سے ماخوذ تھے اور ان کے مقدمات دیوانی اورفوجداری دونوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ یہ عدالتیں ہر ولایت (صوبہ) قائم مقام لک او رمتصرف لک (علاقہ جہاں ناظم/نائب ناظم فرائض ادا کرتا تھا) میں ہوتی تھیں۔ ہر عدالت میں چار جج کام کرتے تھے، جن میں دو مسلمان اور دیگر مذاہب کے ہوتے تھے سربراہ مسلمان ہوتا تھا اورقاضی کہلاتا تھا۔ اس قاضی کے منصب پر تقرری کے لئے مکتب حقوق لاء کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا لازمی تھا۔

یہ عدالتیں ابتدائی تھیں اور ہر ایک ولایت (صوبہ) کے صدر مقام میں ان کی عدالت ہائے اپیل مقرر تھیں، اور دونوں قسم کی عدالت کی تصحیح احکام کے لئے آستانہ (دائرہ حکومت جس کا سربراہ سلطان ہوتا تھا) میں عدالت تمیز ونظر ثانی جس کا تعلق ناظر عدلیہ (وزارت عدل) سے تھا، جوعدالت میں مقدمہ کی کارروائی کوغور سے سنتا اور جہاں کہیں موکل کے خلاف کوئی امر دیکھتا تو اس کی طرف توجہ مبذول کراتا۔(۲۱)

(الف) عدالت ہائے ماتحت

یہ عدالتیں قضاۃ (اضلاع) کے مخصوص قصبوں میں ایسے تمام دیوانی مقدمات جن کی مالیت ایک ہزار پیاسٹر (ترکی سکہ) سے زیادہ نہ ہوتی، فیصلہ کرتی تھیں، اور ایسے تمام اصلاحی

مقدمات جن کی سزا ایک ہفتہ سے زیادہ کی قید اور سو پیاسٹر تک جرمانہ ہوتا، کا بھی تصفیہ کرتی تھیں، اور مرافعہ (اپیل) پیش ہونے پر یہ عدالتیں ایک ہزار پیاسٹر سے زائد مالیت کے ایسے دیوانی اور اصلاح مقدمات کا فیصلہ کرتی تھیں، جن میں تین ماہ قید کی سزا اور پانچ ہزار پیاسٹر کا جرمانہ ہوتا۔(۲۲)

(ب) عدالت مجالس تمیز حقوق

یہ عدالتیں لوازیا قضا (ضلعوں) کے مخصوص شہروں میں ماتحت عدالتوں کے لئے عدالت ہائے مرافعہ کا کام دیتی تھیں (۲۳) اور پانچ ہزار پیاسٹر تک کے دیوانی مقدمات کا فیصلہ کرتی تھیں۔ ان مجالس تمیز حقوق میں حسب ذیل مجالس (کمیٹیاں) جو مجلس آوارہ کے نام سے موسوم تھیں، شامل تھیں۔

(i) اعضائے طبعیہ

یعنی عہدہ داران ، اس کے اراکین دفتر دار (Accountant General) مکتوب جی ،مفتی، پادری، اور باش کاتب (میر منشی) ہوتے تھے۔

(ii) اعضائے منتخبہ

اس کے اراکین دو مسلمان، ایک عیسائی اور ایک یہودی ہوتے تھے۔ اگر یہودی نہ ہوا، تو دونوں عیسائی ہوتے۔ اس مجلس کی صدارت کے فرائض والی (Governor) ادا کرتے تھے۔ اعضائے منتخبہ کے رکن کے انتخاب کے لئے شرط تھی کہ وہ پانچ سو قرص (ترکی سکہ) سالانہ ٹیکس ادا کرنے والا ہو۔

(iii) مجلس متصرف لک یعنی لوا

یہ مجلس اعضائے طبعیہ کے اراکین اور محاسب جی (Auditer General) مدیر تحریرات، قاضی، پادری، اراکین اعضائے منتخبہ اور اعضائے ولایت کے چار اراکین پر مشتمل تھی۔ اس مجلس کی ذمہ داری متصرف لک (ضلع وصوبہ میں سے کسی ایک کا ناظم) کے سپرد تھی اور منتخبہ

ممبروں کے لئے یہ شرط تھی کہ وہ ایک سو قرص (ترکی سکہ) سالانہ ٹیکس ادا کرنے والا ہو۔(۲۴)

(iv) مجلس قائمقام لک

جس میں اراکین اعضائے طبعیہ، قاضی مدیر تحریرات ، مدیر اموال، پادری اور اعضائے منتخبہ کے تین ممبر ہوتے تھے، جن میں ایک مسلمان ، ایک عیسائی اور ایک یہودی ہوتا تھا۔ مجلس کی صدارت قائمقام کے ذمہ تھی اور اراکین اعضائے منتخبہ ممبروں کے لئے یہ شرط تھی کہ وہ ایک سو قرص (ترکی سکہ) سالانہ ٹیکس ادا کرنے والا ہو۔

(v) مجلس ناحیہ

مجلس ناحیہ میں اعضائے طبعیہ کی تعداد معین نہ تھی، مقامی حالات کے مطابق کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ آٹھ ممبر ہوتے تھے اور ان سب کا انتخاب مقامی آبادی میں سے ہوتا تھا، اس کی صدارت مدیر کے سپرد تھی۔

قضاء اور انتظامی امور کے انصرام کے علاوہ ان مجالس کے فرائض میں تمام محکموں کی نگرانی، رعایا کی بنیادی ضروریات پر غور و خوص ،محصول، ڈاک ، ٹیلی گراف، مکاتب، پولیس وغیرہ کا نظام،سرکاری عمارات،سڑکوں اور شاہراؤں کی تعمیر اور دیکھ بھال بھی شامل تھے۔(۲۵)

(ج) مجلس وکلاء

قیام عدل و انصاف کی خاطر مذکورہ مجالس کے علاوہ یورپی سلطنتوں کے اصول وضوابط کے مطابق ایک اور مجلس مقرر تھی، جو مجلس وکلا کے نام سے موسوم تھی۔ اس مجلس کے اراکین صدر اعظم (وزیر اعظم) شیخ الاسلام (مفتی اعظم) سرعسکر پاشا (Commander Inchief) ناظر بحریہ (وزیر بحریہ) ناظر داخلیہ (وزیر داخلہ) ناظر خارجیہ (وزیر خارجہ) ناظر اوقاف (وزیر امور اوقاف)، ناظر منافعہ (وزیر تجارت وصنعت وحرفت) ان میں سے پہلے دو شخص یعنی صدر اعظم اور شیخ الاسلام میر مجلس (بحیثیت صدر) اور باقی ارکان مجلس ہوا کرتے تھے۔ ہر رکن کے

فرائض جدا ہوتے تھے۔ یہ مجلس سلطنت کے جملہ پیش آمدہ داخلی اور خارجی امور کی تحقیقات کے لئے ہفتہ میں دو دفعہ اجلاس منعقد کرتی اور اس کی رپورٹ سلطان کو بھیجتی تھی۔ جس جگہ اس مجلس کا اجلاس ہوتا تھا، اس کا نام باب عالی (ادارۂ حکومت) تھا۔

اس مجلس کے اراکین کے دفاتر بھی اس باب عالی میں ہوتے تھے۔ جب صدر مجلس بحث وتمحیص اور تحقیقات کے بعد مذکورہ رپورٹ سلطان کے ہاں ہمایونی (دربارِ شاہی) میں بھیج دیتا تھا، تو وہاں کا باش کاتب (میر منشی) اس رپورٹ کے پڑھنے کے بعد اس کی تلخیص لکھ کر اصل رپورٹ کے ساتھ سلطان کے پاس پیش کرتا تھا۔ جب سلطان پورے غور و خوص کے ساتھ رپورٹ پر حکم یا رائے پیش کر کے دستخط کر لیتا، تو اسے مزید کاروائی کے لئے باب عالی کو واپس بھیجا جاتا تھا۔(۲۶)

(د) عدالت عالیہ واقع قسطنطنیہ

یہ عدالت قسطنطنیہ میں قائم تھی، اس عدالت کی دو شاخیں تھیں، پہلی شاخ سیشن کورٹ (Cession Court) جو دو ایوانوں (دیوانی اور فوجداری) پر مشتمل تھی، یہ عدالت سیشن کی مرافعہ جات (Apeals) کا تصفیہ کرتی تھی۔ دوسری ہائی کورٹ آف اپیل تھی، جو تین ایوانوں (دیوانی، فوجداری اور تجارتی) پر مشتمل تھی۔ یہ عدالت تصفیہ شدہ امور پر باقاعدہ فیصلے کے ذریعے سے قطعی احکام نافذ کرتی تھی۔(۲۷)

ان مذکورہ جملہ دیوانی عدالتوں کی نوعیت دور حاضر کے برطانوی طرز کی دیوانی عدالتوں سے یکسر مختلف تھی۔ اس میں شبہ نہیں کہ خلافت عثمانیہ نے نہ صرف سلطنت کے طول و عرض میں یہ عدالتیں قائم کیں، بلکہ ان سے متعلقہ قوانین یورپی یونین سے ماخوذ اور رعایا کو بہتر طور پر انصاف رسانی کی خاطر ان میں اضافے اور اصلاحات بھی کیں جن کی بدولت ان کے دوررس نتائج برآمد ہوئے۔

مذکورہ شرعی اور دیوانی عدالتوں کے علاوہ درج ذیل دو اور عدالتیں بھی تھیں، جن میں نہ صرف شرعی اور دیوانی نوعیت کے فیصل شدہ مقدمات پر اپیل کی سماعت ہوتی تھی بلکہ سلطنت کے دیگر عدالتوں کی طرح ابتدائی بھی تھیں۔

عدالت صدر اعظم (وزیر اعظم)

یہ دیوانی نوعیت کی تمام مقدمات کے لئے سب سے بڑی عدالت مرافعہ تھی، جس کا سربراہ صدر اعظم یعنی (وزیر اعظم) ہوتا تھا۔ یہ نہ صرف عدالت عالیہ تھی بلکہ سلطنت کی دوسری عدالتوں کی طرح عدالت ابتدائی بھی تھی، جہاں بلاتفریق امیر وغریب چھوٹے بڑے نوعیت کے زیادہ تر مقدمات کا تصفیہ ہوتا تھا۔ عام طور پر صدر اعظم خود فیصلے دیتا لیکن فرصت نہ ہونے کی صورت میں مقدمات کو کسی قاضی عسکر یا دوسرے جج کے سپرد کر دیتا اور ساتھ ہی فیصلہ جلد صادر کر دینے کی تلقین بھی کی جاتی۔ (۲۸)

اس عدالت کی مثال ہمیں ادوار اسلامی میں قائم عدالت عالیہ وزارت عدل سے کم و بیش ملتی جلتی نظر آتی ہے جو سلطنت اسلامی کی ملک بھر میں دوسری بڑی عدالت ہوتی تھی، جس کا قاضی شعبہ ء قضا کا وزیر ہوتا تھا۔ دور صدیقی میں اس منصب کے امیر حضرت عمر فاروق ؓ تھے، جس کی تائید میں امام بیہقی کے الفاظ شاہد ہیں لما ولی ابوبکر ولی عمر القضاء (۲۹)۔ جس وقت ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ ہوئے تو آپ ؓ نے قضاء حضرت عمر فاروق ؓ کے حوالے کیا، بلکہ حضرت عمر ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے خود فرمایا، انا اکفیک القضاء. (۳۰) میں آپ کے لئے قضاء کا کام کروں گا اور آپ ؓ خلافت صدیقی بھر قضاء کا کام کرتے رہے۔(۳۱)

دیوان/ عدالت عالیہ سلطان

دیوان جسے سلطان کی عدالت العالیہ یا مجلس شوریٰ کہا جاتا تھا، حسب ذیل ارکان پر

مشتمل تھا، صدر اعظم اور اس کے ماتحت وزراء، شیخ الاسلام، قاضی عسکر اناطولیہ، قاضی عسکر رومیلیا، بیلر بے اناطولیہ، بیلر بے رومیلیا، آغائے ینی چری، قپودان پاشا یعنی امیر البحر، دفتر اور نشانچی۔ یہ سب حکومت کے مختلف شعبوں کے افسر اعلیٰ ہوتے تھے۔ دیوان سلطنت کی سب سے بڑی انتظامی مجلس کے ساتھ ساتھ عدالت العالیہ بھی تھا۔ اس کا اجلاس رمضان المبارک کے علاوہ سال بھر ہفتہ میں چار دن ہوا کرتا تھا۔ آغاز میں دیوان کی صدارت سلطان کرتا تھا۔ لیکن بعد میں سلاطین کے دیوان میں نہ آنے کی وجہ سے سارا کام صدر اعظم (وزیر اعظم) کے حوالے ہوگیا۔ چنانچہ اب مستقل طور پر دیوان کی صدارت اس کے حصے میں آ گئی اور اسی نسبت سے وہ تقریباً تمام ملکی، فوجی اور عدالتی اختیارات کا مالک ہوگیا۔(۳۲)

دیوان میں تمام ملکی امور پر غور وخوض ہوتا تھا۔ دیوان سلطنت عثمانیہ کی آخری عدالت عالیہ تھی، اس کے فیصلوں کے خلاف سماعت کہیں بھی نہیں ہوسکتی تھی۔ جنگ کے دوران دیوان کے تمام ارکان سلطان کے ساتھ رہتے تھے اور اس کا اجلاس ملک کے کسی حصے میں بھی کیا جا سکتا تھا۔(۳۳)

ایک حد تک عدالت دیوان کی نوعیت دور نبویؐ اور خلفائے راشدینؓ کی عدالت عالیہ مرافعہ امامت کبریٰ سے ملتی جلتی نظر آتی ہے، جو سلطنت اسلامی کی بڑی عدالت تھی، جس کا سب سے بڑا قاضی سلطنت اسلامی کا امام ہوتا تھا۔(۳۴) جس کی وضاحت علامہ عینی نے اولی الناس بالقضاء الخیلیفه (۳۵) کے الفاظ سے کی ہے۔ لیکن فرائض و اختیارات اور مسئولیت کے لحاظ سے دونوں میں بہت فرق ہے۔

خلافت عثمانیہ میں منفرد نوعیت کی حامل ایک اور عدالت بھی تھی۔ جسے عیسائی مذہب کے پیروکاروں کے مقدمات چکانے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔

عدالت بطریق اعظم قسطنطنیہ

بطریق اعظم عیسائی مذہب کا پیشوا اور سلطانی عہدہ دار ہوتا تھا۔ اس کے تحت ایک مذہبی مجلس ہوتی تھی۔ اس مجلس کے اراکین بشمول بطریق اعظم ایک عدالت تھی جس کا قاضی بطریق اعظم خود ہوتا تھا۔ اس عدالت کو مذہب اور انتظامی امور کے بارے میں پورے اختیارات حاصل تھے۔ یہ عدالت ایسے تمام مقدمات کا جن میں فریقین عیسائی ہوتے، تصفیہ کرتی تھی۔ اسے مجرموں کو جرمانے کرنے، قید کی سزا دینے اور سزائے موت دینے کا بھی اختیار حاصل تھا۔(۳۶)

اس عدالت کی مثال ہمیں سلاطین مملوک کے دور میں نظر آتی ہے، جہاں جن بڑے شہروں میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے تھے وہاں ہر مذہب کے پیروکاروں کے لئے دیوانی عدالتیں تھیں۔ شرعی عدالتیں قوانین اسلامی جبکہ دیوانی عدالتیں یورپ کے قوانین سے ماخوذ قوانین کے مطابق مقدمات کا تصفیہ کرتی تھیں۔ ان عدالتوں کے علاوہ ایک اور عدالت بھی تھی جو عیسائیوں کے مذہبی پیشوا بطریق اعظم کے نام سے موسوم تھی اور عیسائیوں کے نزاعات و خصومات طے کرتی تھی۔(۳۷)

یہ جملہ عدالتیں اپنے دائر کار کے تحت مقدمات کا تصفیہ کرتی تھیں لہٰذا اسی بنیاد پر عوام سے متعلقہ امور کے تصفیہ میں کسی بھی عدالت کی طرف سے کوئی تساہل و تغافل نہیں برتا جاتا تھا اور ہر شہری بلا روک وٹوک عدالت کی طرف رجوع کر کے انصاف حاصل کر سکتا تھا، بقول لی بایر۔ (Lye Byer) ایک حد تک خلافت عثمانیہ کی عدالتیں بہت قابل تعریف تھیں اس لئے کہ مقدمہ کے ہر فریق کو فیصلے کے انتظار کی تکلیف کم برداشت کرنی پڑتی تھی۔ مقدمات فی الفور اور صاف و سادہ الفاظ میں طے کئے جاتے تھے۔ عدالتوں میں فقہ حنفی پر عمل ہوتا تھا۔(۳۸)

☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ نجیب آبادی، اکبر شاہ (مولانا)، تاریخ اسلام، ج ۳، ص ۳۱۴۔۳۱۵، نفیس اکیڈمی، اسٹریچن روڈ کراچی (۱۹۷۹ء)

۲۔ محمد عزیز (ڈاکٹر)، دولت عثمانیہ، ج ۱، ص ۹، نیشنل بک فاونڈیشن اسلام آباد (۱۹۵۷)

۳۔ نجیب آبادی، اکبر شاہ (مولانا) تاریخ اسلام، ج ۳، ص ۳۱۷۔۳۱۸

۴۔ Encyclopedia of Americana, Vol.21, p-21, Osman (1299-1326) Grolier Incorporated Damburg (1983)

۵۔ محمد عزیز، (ڈاکٹر)، دولت عثمانیہ، ج ۱، ص ۵۔۱۱

۶۔ خان، محمد انشاء اللہ (مولوی) ترکوں کی موجودہ ترقیات اور اسلامی دنیا کا فوٹو (حصہ اول)۔ص ۱۳۲۔۱۳۳ حمیدیہ سٹیم پریس لاہور (۱۹۷۴ء)

۷۔ ایضاً، ص ۱۳۲۔۱۳۳

۸۔ ابن حیان، محمد بن خلف، نظام الحکومۃ النبویۃ المسمیٰ التراتیب الاداریۃ، ج ۱، ص ۲۴۰ بیروت، لبنان۔

۹۔ ولاڈون کیئر، تاریخ دولت عثمانیہ ج ۲، ص ۲۰۷، دار الطبع جامعہ عثمانیہ دکن حیدر آباد، انڈیا ۱۳۷۵ھ/۱۹۳۹ء)

۱۰۔ البیہقی، احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، ج ۱۰، ص ۸۶ نشر السنۃ، ملتان، پاکستان (ت ن)

۱۱۔ خان، محمد انشاء اللہ (مولوی) ترکوں کی موجودہ ترقیات اور اسلامی دنیا کا فوٹو (حصہ اول)۔ ص ۱۲۲۔۱۲۳۔

۱۲۔ اسٹینلے لین پول، سلاطین ترکیہ، ص ۳۶۲، ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک، کراچی (۱۹۷۰ء)

۱۳۔ Donzel, E-van, Encyclopedia of Islam, Vol: iv, pp-376-737 Leiden, E.J. Bril)1978)

۱۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج/، ص ۴۵۔۴۶ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور (۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء)

۱۵۔ Donzel, E-van, Encyclopedia of Islam, Vol: iv, P-376.

۱۶۔ Barners Johan Robert, An Introduction to Religious Foundation in the Ottoman Empirer, E.J. Brill Leiden PP-103-104, (1986),

۱۷۔ اسٹینلے لین پول، سلاطین ترکیہ، ص ۵۲۶

۱۸۔ محمد صابر (ڈاکٹر)، ترکان عثمانی (امیر عثمانی غازی۔سلطان بایزید ثانی یلدرم) ص ۱۹۰۔۱۹۱، کراچی یونیورسٹی (پاکستان)

۱۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۱، ص ۸۶۰

۲۰۔ The office of the Sheikh-ul-Islam is the ministry of affairs of peity, the complete administration of religious affairs should be given in this sublime office, Niyazi, Berkers, Turkish Natiunalism and Western civilizelion PP-210-213 Collumbia University, New York. (1959)

۲۱۔ دلاڑوں کیئر، تاریک دولت عثمانیہ ج ۲، ص ۲۰۷

۲۲۔ ایضاً، ج ۲۔ص۔۲۰۸

۲۳۔ پیاسٹر، سلطنت عثمانیہ میں اکی (Akee) قرص (Kurs) اور کئی دوسرے سکے غیر ملکی ناموں پر جاری تھے، ان میں سے قرص جو کئی دینار کے برابر ہوتا تھا، کا استعمال سب سے پہلے ۱۰۹۹ء میں ہونے لگا، اس طرح پیاسٹر اس دور کا مروج سکہ تھا۔

Hamilton, Gibb, Islamic Society and the West Vol: II, PP 49-53, Oxford, University Press, London. (1967)

۲۴۔ خان، محمد انشاء اللہ (مولوی) ترکوں کی موجودہ ترقیات اور اسلامی دنیا کا فوٹو (حصہ اول)۔ص۔۱۳۷

۲۵۔ ایضاً، ص ۱۳۸۔

۲۶۔ ایضاً، ص ۔ ۱۲۷۔۱۲۸۔

۲۷۔ دلاڑوں کیئر، تاریک دولت عثمانیہ، ج۲، ص ۳۷۶

۲۸۔ محمد عزیز (ڈاکٹر)، دولت عثمانیہ، ج ۲، ص ۳۷۶۔

۲۹۔ البیہقی، احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، ج ۱۰، ص ۲۶، دار المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن۔

۳۰۔ الطبری، ابی محمد بن جریر، التاریخ، ج ۔۲، ص ۲۱۷، مطبع الحسینیہ، مصر۔

۳۱۔ ابن الاثیر، علی بن مجاد بن مکرم، الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۳۶۰، بولاق، مصر (۱۲۷۴ھ)

۳۲۔ محمد صابر (ڈاکٹر) ترکانِ عثمانی (امیر عثمان غازی۔ سلطان بایزید ثانی یلدرم)، ج ۱، ص ۱۳۲، ۱۷۴، ۱۷۶، ۱۷۷

۳۳۔ ایضاً، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۶، ۱۷۷

۳۴۔ امام سے مراد نیابتی فرائض انجام دینے والی ہستی ہے، الحسینی، ابو البقاء، کلیات العلوم، ص ۔۱۲۹، طبع آستانہ استنبول (۱۲۸۷ھ)

۳۵۔ العینی، بدر الدین، عمدۃ القاری، ج ۶ ۔ ۲۱۱، دار حیاء التراث البیروت لبنان (۱۳۴۸ھ)

۳۶۔ برنر ڈین کیلی، فتح قسطنطنیہ، ص ۲۰۶ لاہور اکیڈمی، لاہور (۱۹۶۲)

۳۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۶/۱، ص ۴۴، دانش گاہ پنجاب، لاہور

۳۸۔ Lye Byer Ah, The Government of the Othoman Empire in the Time of Suleman the Magnificent P-22, London.